بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

قیوم بدرؔ
معرفت دلہن گل، جگت دل۔743125، نارتھ 24 پرگناس (ویسٹ بنگال)، موبائل:8100107278

شراب حرام ہے......جو چیز عقل پر پردہ ڈال دے وہ یقیناً حرام ہی ہوسکتی ہے۔

''شراب'' کے علاوہ مشروب میں 'ہمدرد' کا ''روح افزا'' بھی شامل ہے اور اسم بامسمیٰ ہے، لیکن ''روح افزا'' موسم گرما کے لیے مخصوص ہے۔ شراب واحد مشروب ہے جو ہر موسم ہر موقعے پر انسان کو درد وغم سے نجات دیتی ہے۔ شراب ایک ایسی شے، ایسا مشروب ہے جس کا ذکر، جس کا چرچا ہر دور، ہر زمانے میں رہا ہے جس کا اعتراف مرزا غالبؔ نے یہ کہہ کر کیا ہے:

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

گویا شراب نے اپنی تاثیر سے سچ مچ اپنے ''ہمدرد'' ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

شراب میں بہ یک وقت دونوں خوبیاں موجود ہیں۔ شراب جہاں غم کو بھلانے میں معاون ہے، وہیں اس سے خوشیاں دوبالا کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

شراب سے متعلق مشہور مزاح نگار مشتاق احمد یوسفی نے یہ انکشاف کر کے حیرت میں ڈال دیا کہ شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے، لیکن شراب کی تعریف اور چرچا جتنا اردو اور فارسی میں ہے دنیا کی تمام زبانوں کو ملا کر بھی نہیں ہے۔

میں نے اردو و فارسی کے ایسے شعرا کا نام سنا ہے جو زندگی بھر اپنے شعروں کے حوالے سے شراب کی خوبی اور بڑائی ہی بیان کرتے رہے نیز واعظوں اور زاہدوں کو یہ کہہ کر نشانہ بنایا:

تو نے ظالم پیا ہی نہیں

لیکن حیرت ہے خود کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا:

عمر خیامؔ کی شاعری کا محور شراب ہی تھی، لیکن عمر خیام کو شراب سے رغبت نہیں تھی واللہ اعلم بالصواب۔ برعکس ایں ہمہ کچھ شعرا نے زندگی بھر حمد، نعت اور منقبت کے سوا کچھ نہیں کہا، لیکن شراب ان کی کمزوری تھی۔ اللہ سے رغبت اور حضورؐ سے عقیدت کا یہ بھی کیا انداز ہے۔

مرزا غالبؔ شراب کے رسیا تھے اور بہ بانگ دہل کہا کرتے تھے:

یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

تاہم انہوں نے میخواری پر شرمندگی کا اظہار کیا ہے:

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

شراب، شراب ہے اور شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے کہ شراب حلق سے اترنے کے بعد اپنے اصل جوہر دکھانے لگتی ہے جسے دیکھ کر شیطان بھی بغلیں جھانکنے لگتا ہے تاہم ایک شاعر نے اس کیفیت کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

پینا حرام ہے نہ پلانا حرام ہے
پینے کے بعد ہوش میں آنا حرام ہے

مدہوشی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی غم وآلام اور دنیا ومافیہا سے آزاد ہوجاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ شراب ایک آدمی کی دنیا اور عاقبت دونوں خراب کر دیتی ہے تاہم شراب کے ایک رسیا ساحرؔ لدھیانوی شراب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں:

اچھوں کو برا ثابت کرنا دنیا کی پرانی عادت ہے
اس مئے کو مبارک چیز سمجھ مانا کہ بہت بدنام ہے یہ

اس میں دو رائے نہیں کہ شراب بری شے ہے، اس کی لت آدمی کو حیوان سے بدتر بنا دیتی ہے، لیکن اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ ہم انسانوں میں نصف سے بیشتر شراب ہی کے رسیا ہیں۔ علاوہ ازیں ہر جتن، ہر کوشش کے باوجود عبادت خانے اپنی ویرانی پر نوحہ کناں ہیں جب کہ میخانے میں ہمہ وقت رونق رہتی ہے۔ عبادت خانہ اور میخانہ میں

ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ عبادت خانے میں داخلے کی شرائط ہیں، ہر کس و ناکس کا داخلہ ممکن نہیں جیسے صاف ستھرا اور پاکی کی حالت میں داخل ہونا۔ جب کہ میخانے تمام شرائط سے عاری ہیں۔ میخانے کے درودیوار سے یہ آواز آتی ہے:

جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں

سچ پوچھئے تو محبت اور یگانگت صحیح معنوں میں یہیں دیکھنے کو ملتی ہے گویا میخانے انسانی عظمت کے مینارۂ نور ہیں۔ شاید شراب کی تلخی ان کے دلوں سے بغض و کینہ اور نفرت و کدورت یکسر ختم کر دیتی ہے، جس کے سبب ان کا سینہ انسان دوستی سے معمور ہوجاتا ہے نیز انہیں دنیا سے متعلق اس حقیقت کا ادراک ہوجاتا ہے:

سب مسافر ہیں یہاں کوئی نہیں رہ جائے گا

تو پھر کیسی نفرت، کیسا بغض، سچ پوچھئے تو یہی زندگی کی معراج ہے۔

شراب ہم میں سے کچھ کے کلچر میں شامل ہے کہ کچھ قوموں کی شان میں اضافے کا باعث۔ ہم میں کچھ ایسے بھی ہیں جو شراب کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ کچھ غلط صحبت کے زیر اثر اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے تو شراب کچھ کی فطرت میں شامل ہے۔ کچھ غم بھلانے کی خاطر شراب کا سہارا لیتے ہیں اور کچھ دنیوی آلام اور گھریلو پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے شراب کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔

عام خیال ہے کہ آدمی شراب پینے کے بعد حیوان بن جاتا ہے، لیکن یہ کلّی حقیقت نہیں شرابی بھی انسان ہوتے ہیں۔ ممکن ہے شراب ان کی کمزوری ہو، لیکن جہاں تک محبت، یگانگت اور انسان دوستی کی بات ہے تو شرابی بہتوں سے اچھے بھی ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ پیش ہے۔ ایک چھوٹی موٹی تقریب میں شہر کے شرفا شریک تھے۔ کھانے پینے کا دور چل رہا تھا۔ اس دوران ایک نحیف ونزار سائل آ کر کھڑا ہوگیا۔ اہل خانہ یا پھر مدعوئین نے اس کی جانب توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہیں موجود ایک شرابی جو نشے میں دھت تھا۔ اس سے یہ منظر نہ دیکھا گیا اپنی نشست سے اٹھ کر آیا اور فقیر کے ہاتھ میں دس روپے کا نوٹ تھما کر کہا....(باباتم' یہاں سے چلے جاؤ تمھیں یہاں پوچھنے والا کوئی نہیں۔)

اس طرح کا ایک واقعہ ٹی۔وی اینکر نے بھی سنایا کہ ایک بھوکا آدمی مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھا گڑگڑا رہا تھا کہ میں دو دن سے بھوکا ہوں، لیکن کسی نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس کے بعد مندر کے دروازے سے بھی اسے مایوس لوٹنا پڑا (ایسا کبھی نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے کوئی اور بات ہو یا محض دل کے بہلانے کو یہ بات کہی گئی ہو) گرجا گھر گردوارے سے بھی ناکامی ملی۔ بھوک سے نڈھال تھک ہار کر واپس جا رہا تھا کہ چکرا کر گر گیا۔ آدھ گھنٹے کے بعد ہوش آیا تو دیکھا کہ اس کے آس پاس کیک بسکٹ، پھل پھول اور روپے پیسے کا ڈھیر لگا ہے۔ اسے حیرت ہوئی کہ آخر وہ کہاں۔ آ گیا آنکھیں مل کر دیکھا تو اپنے آپ کو شراب خانے کے پاس ایک راستے پر پایا۔ اس نے مسکرا کر آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا...... ہے مالک تو رہتا کہیں اور ہے اور پتہ کہیں اور کا دیتا ہے۔

ان سب باتوں سے ایک شرابی کی انسان دوستی کا پتہ چلتا ہے۔

اسد اللہ خاں غالبؔ بلا شبہ اپنے دور کے ذہین، مدبر، دور اندیش کے علاوہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ اس وقت کی رائج زبان فارسی پر بھی دسترس حاصل تھی، لیکن شراب ان کی کمزوری تھی۔ غالبؔ کی شراب سے رغبت کا یہ عالم تھا کہ وہ اس معاملے میں کسی کی پروا بھی نہیں کرتے تھے۔ آخری وقت میں جب ان کے قویٰ مضمحل ہوگئے تو اس وقت شراب سے اپنی انسیت کا اظہار یوں کیا ہے:

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

غالبؔ کی زندگی کا محور تین چیزیں تھیں۔ عشق، شراب اور شاعری۔ یہ امتیاز کرنا مشکل ہے کہ انھیں شراب سے زیادہ رغبت تھی یا شاعری سے۔ بہرکیف غالبؔ کے لیے شراب اور شاعری دونوں لازم وملزوم تھی جس کا اثر بعد کے شعرا پر بھی پڑا جنھوں نے شاعری کے ساتھ شراب کو اپنی زندگی کا جز بنا لیا جن میں مجازؔ لکھنوی اور نریش کمار شادؔ کا نام نمایاں ہے۔ انہی میں سے ایک جگرؔ مرادآبادی بھی تھے جنھوں نے کہا ہے:

سب کو مارا جگر کے شعروں نے
اور جگر کو شراب نے مارا

حالانکہ بعد میں جگرؔ نے شراب سے توبہ کر لی، زندگی بھر شراب کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ واقعہ یوں ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوؔی اپنے دور کے جید عالم تھے، جگرؔ کو ان سے عقیدت تھی۔ ابوالحسن ندوی بحیثیت شاعر جگرؔ سے واقف تھے جگرؔ کو خبر ملی کہ حضرت شہر میں موجود ہیں اور فلاں جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان کے دل میں ملاقات کی خواہش پیدا

ہوئی، لیکن یہ سوچ کر خیال دل سے نکال دیا کہ میں شراب کے نشے میں ہوں، لیکن وہ اپنی خواہش کو دبا نہ سکے اور اسی حالت میں نکل پڑے، لیکن اندر جانے کی ہمت نہ ہوئی وہاں موجود لوگوں نے پوچھا تو انھوں نے اپنی خواہش کا اظہار کردیا، لیکن ساتھ میں اپنی مجبوری بھی بتائی کہ میں شراب کے نشے میں ہوں۔

لوگوں نے کہا آپ یہیں ٹھہریئے ہم حضرت کو خبر کر رہے ہیں لہٰذا یہ خبر ابوالحسن ندوی تک پہنچی۔ انھوں نے کہا اگر نیت صاف ہے تو آسکتے ہیں۔ جگر صاحب جس حالت میں ہوں یہ ان کا اپنا معاملہ ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

ابوالحسن ندوی جیسے جید عالم سے مل کر جگر کئی دن تک شرمندہ رہے۔ آخر میں شراب سے توبہ کرلی۔ کل تک جہاں جگر مرادآبادی شراب کی تعریف میں رطب اللسان تھے پھر اس طرح کے شعر کہہ کر اللہ کی خوشنودی حاصل کی:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ زندگی میں تو قدر و منزلت عطا کی تھی مرنے کے بعد بھی کمی نہیں کی جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کی موت کی خبر سن کر ان کے جنازے میں ایک خلقت اُمڈ پڑی جس کے سبب متعدد باران کے جنازے کی نماز پڑھائی گئی۔ یہ سچ ہے کہ ایسا نظارہ آسمان تلے شاذ و نادر ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

شراب کی نسبت سے غالبؔ کا ایک اور واقعہ بھی مشہور ہے کہ غالبؔ کو کچھ روپے ہاتھ آئے شاید پنشن کی بقایا رقم۔ غالبؔ شراب خرید کر خچر پر لاد کر لا رہے تھے۔ راستے میں ان کے ایک عزیز نے ٹوکا.......

مرزاؔ تم نے تو سارے پیسوں کی شراب خرید لی کھائے گا کیا؟

غالبؔ نے برجستہ جواب دیا.... اللہ نے رزق دینے کا وعدہ کیا ہے شراب کا نہیں۔ میں نے شراب خرید لی رزق کا انتظام وہ کرے گا۔

تو یہ ہے ایک شرابی کی اللہ سے عقیدت اور اس کی قدرت پر بھروسہ،

شاعری یا شعرا کے حوالے سے شراب کی تعریف یا پھر شرابیوں کی کیفیات و حرکات راقم سے پوشیدہ نہیں۔ راقم نے ان سب کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا ہے لہٰذا اس سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے جہاں تک کیفیت کی بات ہے کچھ شراب کے سرور سے خود ہی مسرور ہوتے ہیں اور ہوا تک لگنے نہیں دیتے کہ شراب ان کے رگ و پے میں شامل ہے کچھ دو چار گھونٹ پی کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور اوچھی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ بعض شعرا کا خیال ہے کہ شراب کے بغیر شعر میں تاثیر نہیں آتی:

دیوانے کی باتیں ہیں دیوانے ہی سمجھیں

◆◆◆

دلّی والے (جلد اول، دوم اور سوم)

اچھے خاکے کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخصیت کے کچھ اہم یا منفرد پہلو، ایسی خوبی کے ساتھ اجاگر کیے جائیں کہ قاری شخصیت کو اپنے روبرو محسوس کرے اور اس کے افکار و کردار کی جھلکیاں بھی دیکھنے کو مل جائیں۔

اردو اکادمی، دہلی کی طرف سے منعقدہ ''دلّی والے سمینار'' میں پڑھے جانے والے خاکوں کا مجموعہ ان اہم شخصیتوں کے قلمی خاکے جنھوں نے دلّی کی ادبی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی زندگی کے خد و خال سنوارے۔

مرتب: ڈاکٹر صلاح الدین، صفحات ۳۵۷، قیمت: ۱۵۰ روپے (جلد اول) تیسرا ایڈیشن

مرتب: ڈاکٹر صلاح الدین، صفحات ۵۰۶، قیمت ۱۵۰ روپے (جلد دوم) تیسرا ایڈیشن

مرتب: ڈاکٹر صلاح الدین، صفحات ۲۷۲ قیمت: ۱۰۰ روپے (جلد سوم)

ناشر: اردو اکادمی، دہلی